فکرِ اقبال میں زمان و مکاں کی اہمیت

ایس اقبال قریشی

اقبال کی پہچان ان کے اپنے انفرادی فلسفۂ خودی کی وجہ سے ہے اور یہ فلسفہ اقبال سے اس حد تک وابستہ ہے کہ ان کی شخصیت اور ان کے پیغام کا جزوِ لاینفک بن گیا ہے۔ جب بھی اقبال کا نام لیا جائے تو بے ساختہ خودی یاد آتی ہے اور جب خودی کا ذکر ہو تو اقبال یاد آتے ہیں۔ گویا دونوں ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم ہیں۔ اقبال کی پوری توجہ اسی خودی کے اقرار و اعتراف میں ہے اور ان کے دوسرے تمام تصورات خودی کے تابع ہیں۔ ڈاکٹر ایس عالم خوندمیری رقم طراز ہیں:

> The world, for him (Iqbal), consists of living-Willing egos' who are continuously and unceasingly struggling to rise to higher stages of life and will. The universe is an ordered system of egos or individualities and the continuation of individuality depends upon the strenghtening of the ego of self.[1]

مگر حیرت ہے کہ کہیں کہیں خودی زمان و مکاں کے تابع ہو جاتی ہے۔ اقبال نے خودی کے فلسفے کو پیش کرنے کے لیے بڑی جدوجہد کی ہے لیکن ان کی تحریروں کو دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ خودی سے کہیں زیادہ زمان و مکاں کے تصورات نے اقبال کو متوجہ کیا ہے جیسا کہ مختلف صوفیہ یا فلسفیوں کے ساتھ ہوا ہے:

> It is to be kept in mind that the problem of time has always attracted the attention of philosophers and mystics. This is because according to the Qur'an the alternation of day and night Sone of the greatest signs of God.[2]

ان تصورات کو اپنے نقطۂ نگاہ سے پیش کرنے کے لیے اقبال نے حتی الامکان اپنا پورا زور صرف کیا۔ پروفیسر جگن ناتھ آزاد کہتے ہیں:

> اقبال نے اپنے فلسفیانہ نظریات میں جو اہمیت تصورِ زمان و مکاں کو دی ہے، وہ شاید اپنے کسی اور نظریے کو نہیں دی۔[۳]

ان کے خطوط شاہد ہیں کہ زمان و مکاں کے نظریے کو اپنانے اور پیش کرنے کے لیے ماخذ کی تلاش میں انھوں نے کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ اس دور کے تمام علما سے وہ رجوع کرتے رہے۔ کچھ خطوط کے اقتباسات ملاحظہ فرمائیے:

مولانا سیّد سلیمان ندوی کو ایک خط میں لکھتے ہیں: ''کیا حکماے صوفیۂ اسلام میں سے کسی نے زمان و مکاں کی حقیقت پر بحث کی ہے؟''[۴]

ایسے ہی علامہ اقبال نے سیّد سلیمان ندوی کو ایک خط میں ملا محمود جونپوری کی مشہور کتاب شمس بازغہ کے بارے میں لکھا:

> شمس بازغہ یا صدرا میں جہاں زمان کی حقیقت کے متعلق بہت سے اقوال نقل کیے ہیں، ان میں ایک قول یہ ہے کہ 'زمان خدا ہے'۔ بخاری میں ایک حدیث بھی اس مضمون کی ہے: لاتسبو الدّھر، کیا حکماے اسلام میں سے کسی نے یہ مذہب اختیار کیا ہے؟ اگر ایسا ہو تو یہ بحث کہاں ملے گی؟[۵]

ایک اور خط میں اقبال نے سیّد سلیمان ندوی کے نام لکھا:

> (۱) حضرت محی الدین ابن عربی کے فتوحات یا کسی اور کتاب میں حقیقتِ زمان کی بحث کس کس جگہ ہے، حوالے مطلوب ہیں۔
>
> (۲) حضراتِ صوفیہ میں کسی اور بزرگ نے بھی اس مضمون پر بحث کی ہو تو اس کے حوالے سے بھی آگاہ فرمائیے۔
>
> (۳) متکلمین کے نقطۂ خیال سے حقیقتِ زمان یا آن سیال پر مختصر اور مدلل بحث کون سی کتاب میں ملے گی[۶]

مزید سیّد سلیمان ندوی سے ایک اور خط میں پوچھتے ہیں:

> نور الاسلام کا عربی رسالہ بابتِ مکان، جو رام پور میں ہے کس زبان میں ہے، قلمی ہے یا مطبوعہ، نورالاسلام کا زمانہ کون سا ہے[۷]

دوسرے ایک اور خط میں علامہ رقم طراز ہیں:

> مسئلے کے متعلق ابھی تک مشکلات باقی ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ فلاسفہ پر جو اعتراضات ہمارے متکلمین نے کیے ہیں وہ مسئلۂ زمان کے متعلق خود ان کے افکار پر بھی عائد ہوتے ہیں۔ مولوی سیّد برکات احمد مرحوم نے دہر اور زمان میں امتیاز کر کے کسی قدر مشکلات کو کم کرنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن حق یہ ہے کہ مسئلہ نہایت مشکل ہے۔ ممکن ہے حضرت ابنِ عربی اس پر روشنی ڈال سکیں[۸]

ان خطوط کے علاوہ کئی جگہوں پر علامہ نے اپنے خطوط میں تصورِ زمان و مکاں کا ذکر کیا، مثلاً مختلف خطوط میں انھوں نے خواجہ غلام السیّدین، پیر مہر علی گولڑوی اور سیّد نذیر نیازی کے ساتھ بھی ان کی خط کتابت رہی۔ یہ دوسری بات ہے کہ علما اس مسئلے میں ان کی رہنمائی نہ کر سکے لیکن یہ حقیقت ہے کہ جس فلسفۂ حیات کے لیے وہ مضطرب تھے وہ یہی نقطۂ نظر ہے اور ہونا بھی چاہیے تھا کیوں کہ بیسویں صدی میں اس تصور نے انسانی ذہن کو جس طرح جھنجھوڑا اور بے چین کیا تھا اس کا تقاضا تھا کہ اقبال بھی ان کے حقائق کی تلاش وجستجو میں سرگرداں رہتے۔ ڈاکٹر رضی الدین کے مطابق:

اقبال نے اپنے کلام، خطبات اور دوسری تحریروں میں جن بنیادی مسئلوں پر غور و فکر کیا ہے، ان میں زمان و مکاں کا سائنسی اور فلسفیانہ مسئلہ بھی شامل ہے جو ان کے زیرِ نظر بہت زیادہ رہا ہے، حتیٰ کہ خطبات کا بیشتر حصہ محض اسی مسئلے کی توضیح و تشریح اور اس کے اطلاقات پر مشتمل ہے۔ اس کی روشنی میں انھوں نے مذہب اور الٰہیات کے مختلف اصولوں پر غائر نظر ڈالی ہے۔ ان کا خیال ہے کہ زمان و مکاں کا مسئلہ مسلمانوں کے لیے زندگی اور موت کا مسئلہ ہے[9]

اگر یہ کہا جائے کہ بیسویں صدی کی سب سے بڑی فلسفیانہ یافت یہی ہے تو بے جا نہ ہو گا۔ ارسطو اور افلاطون سے لے کر انیسویں صدی کے آئن اسٹائن کے نظریۂ اضافیت نے زمان و مکاں کے تصور کو ایک نئے نقطۂ نگاہ سے پیش کیا۔ اقبال اپنی ابتدائی فلسفیانہ تصنیف اسرارِ خودی سے ہی اس مسئلے پر سنجیدگی سے سوچنے لگے تھے۔ واقعہ یہ ہے کہ خودی جب بے زماں اور بے مکاں ہو جائے تو پھر اس کا وجود اور اس کی حدود پر گفتگو آسان نہیں ہوتی:

مکانی ہوں کہ آزادِ مکاں ہوں
جہاں میں ہوں کہ خود سارا جہاں ہوں
وہ اپنی لامکانی میں رہیں مست
مجھے اتنا بتا دیں میں کہاں ہوں[10]

خودی کا یہ تصور بڑا پیچیدہ اور ماورائی حیثیت کا حامل ہے اور یہاں انسانی فکر کی حیرانی بڑھ جاتی ہے۔ اقبال نے خودی اور بے خودی کی تشکیل میں اسلامی فلسفے اور فکر کا سہرا لینا چاہا۔ علامہ اقبال نے خودی اور بے خودی کو اپنے آئینہ خانے میں ڈھالنا چاہا۔ یہی وجہ ہے کہ انھوں نے اسرارِ خودی میں 'الوقت سیف' کے قول سے اسے مربوط کرنا چاہا۔ پروفیسر ایم ایم شریف لکھتے ہیں:

> Iqbal thkes a dictum of Imam Shafi's الوقت سیف (time is sword) and writing under the title poem of sixty one couplets in *Asrar i Khudi*.[11]

اقبال کی گول میز کانفرنس میں شرکت کے بعد واپسی میں برگساں سے ملاقات اور گفتگو مفید رہی۔

> Iqbal paid a visit to Bergson who was very pleased to see him.[12]

اس ملاقات کے بعد اقبال کی تشنگی اور زیادہ بڑھ گئی۔ راقم کا خیال ہے کہ شاید اس ملاقات کے ہی سبب ان کی سب سے اہم تصنیف بالِ جبریل کا بڑا حصہ اسی فیضان کا نتیجہ ہے:

> Following Bergson Iqbal makes a destination between pure time and serial time, pure time for him is not unreal as Zeno and Plato... like Bergson he holds that pure duration is identical with life and is an unceasing flow or a continual change, as perpetual flux.[13]

بالِ جبریل ان کی عمر کی پختگی کے ساتھ ساتھ ان کے افکار کی ارتقائی صورت پیش کرتا ہے۔ گویا ۱۹۲۴ء سے لے کر ۱۹۳۵ء تک اقبال پوری توجہ کے ساتھ اس خیال کو مستحکم کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ برگساں معمولی فکر کا فلسفی نہ تھا۔ اگر اُسے بیسوی صدی کے فلسفیانہ تصورات کا حامل کہا جائے تو

بے جا نہ ہوگا جس سے اقبال بہت متاثر ہوئے۔

> Iqbal's poetry and thought are so indebted to Bergson that one cannot miss the Bergsonean note in his works. Leaving aside the influences and impressions from Bergson, one might feel attracted to discover the raison d'etre for the Bergsonean note in him. What seems to have appealed to Iqbal most is the poetic language that Bergson has used in all his works.[14]

ان دونوں فلسفیانہ تصورات یعنی زمان و مکاں اور قوت میں ایک باریک رشتہ بھی ہے، جس کی طرف بڑا لطیف اشارہ نظم 'مسجدِ قرطبہ' میں موجود ہے۔ 'مسجدِ قرطبہ' کے پہلے بند میں وہی زمان و مکاں ہے جو حادثات کا تسلسل ہے جس کی زد سے دُنیا کی کوئی شے محفوظ نہیں ہے۔ مگر مسجدِ قرطبہ کیوں کہ محفوظ اور باقی ہے اس لیے کہ مردِ خدا نے اس کی تخلیق کی ہے۔ اقبال کی نظر میں مردِ خدا لازوال قوت کا سرچشمہ ہے جو بڑے سے بڑے طوفان کو روک دیتا ہے۔ فناہر تخلیق کا مقدر ہے لیکن مردِ خدا کی تخلیق کو زوال نہیں ہے کیوں کہ وہ اپنی بے پناہ قوت سے تخلیق کو لافانی شاہکار میں تبدیل کرتا ہے:[۱۵]

عشق خود اک سیل ہے، سیل کو لیتا ہے تھام

یہاں زمانے کی رو اس تخلیق کو فنا نہیں کر پاتی، یہ بات بڑے غور و فکر کا مطالبہ کرتی ہے اور مردِ خدا کا یہ سرچشمۂ قوت فیضانِ الٰہی کا حامل ہوتا ہے۔ اسی نظم میں ہے:[۱۶]

مردِ خدا کا عمل عشق سے صاحب فروغ

دوسرے لفظوں میں اقبال کا مردِ مومن زمان و مکاں کے حدود کا پابند نہیں ہے۔ اس نظم میں زمان و مکاں اور سرچشمۂ قوت پر جو توجہ ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مسولینی کی جن آنکھوں کی چمک نے اقبال کو بہت متاثر کیا وہ بے سبب نہیں ہے۔ اقبال نے اپنے فلسفیانہ خطبات میں بعض اہم نکات کی طرف اشارہ کیا ہے۔ ان میں وقت کی ابدیت اور مکاں کے حدود اس مادّی دنیا سے ماورا حیثیت رکھتے ہیں۔ اقبال کے کلام میں قوت کے سرچشمے کی علامت حضرت علیؓ کو قرار دیا ہے جنھیں بار بار اسداللہ، خیبر شکن، یداللہ اور بازوے حیدرؓ سے تعبیر کیا ہے۔ دوسری طرف زمان و مکاں کو سمجھنے کے لیے اقبال نے معراج نبوی ﷺ کے واقعے کو بار بار دہرایا ہے:

دے ولولۂ شوق جسے لذّتِ پرواز
کر سکتا ہے وہ ذرّہ مہ و مہر کو تاراج
تو معنی وَالنَّجم نہ سمجھا تو عجب کیا
ہے تیرا مدوجزر ابھی چاند کا محتاج

اس سے زیادہ واضح لفظوں میں زمان و مکاں کو سمیٹنے اور سر کرنے کا بہت ہی واضح تصور اس شعر میں ہے:

سبق ملا ہے یہ معراجِ مصطفیٰ ﷺ سے مجھے
کہ عالمِ بشریت کی زد میں ہے گردوں

ان اسلامی واقعات کی مدد سے اقبال نے زمان و مکاں کو سمجھنے اور سمجھانے کی کوشش کی۔ سورۃ والعصر کی بھی فکر انگیز تعبیر ان کے یہاں ملتی ہے اور لاتسبوا الدّھر کی حدیثِ پاک کا بھی حوالہ ہمیں مجبور کرتا ہے کہ اقبال کے زمان و مکاں کو ایک نئے امکانی فلسفے کی صورت میں دیکھا جائے۔ چنانچہ اقبال کے بیشتر نقادوں نے ان کے اس تصور کو سمجھنے اور سمجھانے کو اپنی بساط بھر کوشش کی، لیکن یہ سچائی ہے کہ صرف ادبی نقاد اس کوشش میں کامیاب نہ ہو سکے۔ ان اقبال شناسوں نے بڑی جگر کاوی کی ہے اور اس میں فلسفے کے بیشتر پہلوؤں کو بروئے کار لانے میں اپنی پوری قوت صرف کی ہے۔ خواہ وہ خلیفہ عبدالحکیم ہوں یا رضی الدین صدیقی، ڈاکٹر نصیر احمد ناصر اور پروفیسر ایم ایم شریف۔ یہ حضرات صرف ادب کے عالم نہ تھے بلکہ فلسفے کے بھی عالم تھے۔ ان بزرگوں کے ساتھ ساتھ جناب شبیر احمد خان غوری نے بھی بڑی فکر انگیز گفتگو کی ہے اور اقبال کے تصورِ زمان و مکاں کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کرنا چاہا ہے۔ اگرچہ انھیں اقبال کے کئی پہلوؤں سے اختلاف بھی ہے لیکن یہ سچائی ہے کہ ابھی تک اقبال کے ان فلسفیانہ پہلوؤں کا احاطہ نہیں ہو سکا ہے۔ وجہ صرف یہ ہے کہ اقبال ایک عبقری ذہن کے مالک تھے اور ان کے فلسفہ وفکر کی باز آفرینی کے لیے وہی ذہن درکار ہے، شاید کوئی ایسا نابغہ پیدا ہو جو اس کا احاطہ کر سکے۔

یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ مشرقی ادب اور فکر میں اقبال پہلے شخص ہیں جنھوں نے اس اہم تصور کی تفہیم پر سب سے زیادہ توجہ دی ہے۔ وہ اس لیے بھی ناگزیر ہیں کہ انھوں نے بیسویں صدی کے اس عظیم الشان فلسفیانہ فکر کو لبیک کہا۔ اقبال نے ہندوستانی ادبیات میں عالمی مسائل پر غور وفکر کرنے کی طرح ڈالی۔ ان کے معاصر ادب میں کسی زبان میں بھی کائناتی حوادث کا منظر نامہ تو کجا اشارہ بھی نہیں ملتا۔ اسی طرح فکر کے اہم میلانات کو فکر و شعر سے ہم آہنگ کرنے میں اور ہندوستان کے رہنے والوں کے دلوں کو درد آشنا بنانے میں انھوں نے پہل کی ہے اور اسی طرح یہ صرف اقبال کا کلام ہے یا تحریریں جن میں زمان و مکاں کی سرگوشی سنائی دیتی ہے۔ یہ فلسفہ ان کے لیے حیرت و استعجاب کا سبب بھی تھا اور ان کی تخلیقی فعالیت کا سرچشمہ بھی بنا رہا۔ اس کی ابدیت کے اقرار و اعتراف سے ہی اقبال کو فلسفے کی وسعتوں کے ممکنات سے شناسائی حاصل ہوئی۔

☆☆☆

حواشی

1- Dr.S Alam Khundmiri *Some Aspects of Iqbal's Poetic Philosophy*, Iqbal Institute, Srinagar, March 2000, p-31.
2- Syed Latif Hussain Kazmi, *Philosophy of Iqbal*, A.P.M. Publishing Corporation, New Delhi, 1997, p-18.

۳۔ جگن ناتھ آزاد، 'آئن اسٹائن اور برگساں کے نظریاتِ زمان اور اقبال'، اقبال اور مغرب، مرتبہ: آل احمد سرور، اقبال انسٹی ٹیوٹ کشمیر یونی ورسٹی، سری نگر، ۱۹۹۷ء، ص:۲۲۔

۴۔ کلیاتِ مکاتیب اقبال، جلد دوم، مرتبہ: سید مظفر حسین برنی، اردو اکادمی دہلی، ۱۹۹۳ء، ص: ۲۷۹۔

۵۔ ایضاً، ص: ۶۹۰-۶۹۲۔

۶۔ ایضاً، جلد سوم، ص: ۳۶۷-۳۶۸۔

۷۔ ایضاً، ص: ۳۸۱۔

۸۔ ایضاً، ص: ۳۹۸۔

۹۔ ڈاکٹر رضی الدین صدیقی، 'اقبال کا تصورِ زمان و مکاں'، مجلسِ ترقیِ ادب، لاہور، ۱۹۷۳ء، ص:۸۳۔

۱۰۔ کلیاتِ اقبال (اردو)، بالِ جبریل، اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، ص: ۸۲۔

11- Prof. M.M. Sharif, 'Iqbal on the Nature of Time', *Selection from the Iqbal Review* by Dr. waheed Qureshi, April 1983, p-377.

12- Anwar Beg. *The Poet of the East*, Sh. Mohd Ashraf Lahore, 1961, repr. IAP.2004, p-77.

13- Prof. M.M. Sharif, Op.Cit, p-376.

14- T.C. Rastogi, *Western Influence in Iqbal*, Ashish Publishing House, New Delhi, 1987, p-93.

۱۵۔ کلیاتِ اقبال (اردو) اقبال اکادمی پاکستان، لاہور ۱۹۹۴ء، ص:۹۶۔

۱۶۔ ایضاً

☆☆☆